مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی معاشرے کے تین اجزاء

موجودہ دور میں معاشرہ کی خرابیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں' بلکہ ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہمارے معاشرے میں وہ تمام برائیاں اور خرابیاں پائی جاتی ہیں' جن میں سے ہر برائی ماضی میں ایک ایک قوم ہلاک کر چکی ہے۔

کیا ہم میں قوم نوح جیسی دین سے دوری' ضد اور ہٹ دھرمی نہیں ہے......؟ یا کہ عاد و ثمود کا وہ کم تولنا اور اپنی ذاتوں پر بے جا فخر و تکبر کرنا نہیں ہے......؟ یا ہم قوم لوط جیسے بدترین اور مہلک مرض سے محفوظ ہیں......؟ یا بنی اسرائیل جیسی وعدہ خلافیاں ہم میں نہیں ہیں......؟ غرض یہ کہ سب کچھ ہے' مگر نہیں ہے تو صرف اور صرف کوئی اصلاحی تحریک نہیں ہے۔

عیاری' مکاری' دغا بازی' چور بازاری' سود خوری' رشوت ستانی' شراب نوشی جیسی بدترین عادات ہمارے معاشرے کا جزولاینفک بن چکی ہیں اور ہم انہیں اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے ہیں اور جو کچھ تھوڑی بہت اصلاحی کوششیں ہیں' تو ان پر مادیت اس قدر اثر انداز ہے کہ آنحضرت ﷺ کے افعال واقوال کی طرف کبھی توجہ مبذول نہیں ہوئی اور ہم اپنے ذہن سے ان برائیوں کا علاج سوچنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ نتیجتاً کوششیں بارآور ثابت نہیں ہوتیں۔ ہم اس سلسلے میں محترم سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ''اسلامی معاشرہ کے تین اجزاء'' آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں' امید ہے کہ مفید ثابت ہوگا۔ (ادارہ)

۱۔ قرآن مجید
۲۔ آنحضرت ﷺ کے اقوال وارشادات
۳۔ آپ کی زندگی کا عملی نمونہ

اسلامی معاشرے کی تشکیل

اس وقت آپ کے سامنے قرآن کریم' احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے حجیت حدیث پر دلائل نہیں پیش کرنا چاہتا' اس کیلئے کسی اور صحبت کی ضرورت ہے۔ اس وقت مجھے جو عرض کرنا ہے' وہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی تکمیل حدیث رسول اللہ ﷺ کے بغیر ناممکن ہے۔ صرف اسوہ حسنہ محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ والسلام) ہی ایک ایسی مشعل ہے' جس کی روشنی میں ہم اپنے کھوئے ہوئے راستہ کو معلوم کر سکتے ہیں اور اسلامی معاشرہ جو قرون اول میں ایک محیر العقول انقلاب کا ذریعہ بنا تھا۔ اگر اس کی تشکیل کے عناصر معلوم کرنا چاہیں تو وہ تین چیزیں ہی نظر آئیں گی:

۱۔ قرآن مجید
۲۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات ونصائح اور تعلیم وتلقین
۳۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کی زندگی کا عملی نمونہ اور اسوہ حسنہ

اگر آپ بنظر غائر مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو صاف نظر آئے گا' بعثت نبوی کے مقاصد ونتائج کے ظہور میں اور جدید امت کی تعمیر وتشکیل میں ان تینوں عناصر کا دخل ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ان تینوں چیزوں کے بغیر ایک مکمل معاشرہ اور ایک ایسی زندگی جس میں عقائد' اعمال' اخلاق' جذبات وکیفیات' ذوق وشوق' ایثار' حسن سلوک' مواسات' مکارم اخلاق اور اس کے ساتھ خوف وخشیت الٰہی' توبہ وانابہ الی اللہ' دعاء وتضرع' زہد وقناعت' شوق آخرت اور دنیا کی فانی دولت کی تحقیر سب ہی ہوں' وجود میں نہیں آ سکتی۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ زندگی زندگی سے مل سکتی ہے' یعنی دیے سے دیا جلتا ہے۔ صحابہ کرام اور ان کے اتباع کی زندگیوں میں جو تمہیں گہرے دینی جذبات وکیفیات نظر آتی ہیں' وہ تنہا تلاوت کتاب کا نتیجہ نہیں' بلکہ اس محبوب ﷺ موثر ترین اور کامل ترین زندگی کا بھی اثر ہے' جو شب وروز ان کے سامنے رہتی' ان مجالس اور صحبتوں کا بھی فیض ہے اور ان ارشادات ونصائح کا بھی' جس سے وہ آپ کی حیات طیبہ میں برابر مستفیض ہوتے تھے۔ اس سب کے مجموعے سے وہ نیا اسلامی معاشرہ قائم ہوا' جسے عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام کہا جاتا ہے اور اسلام کے عہد زرین سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس ماحول میں اسلام کا وہ مزاج خاص وجود میں آیا' جس سے صرف قواعد وضوابط کی قانونی پابندی نہ تھی' بلکہ ان پر عمل کرنے کے محرکات وترغیبات اور اسوہ نبوی کی صحیح کیفیات اور عمل صالح کی روح بھی موجود تھی۔

غرض رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ارشادات ونصائح کا مجموعہ جسے ہم حدیث وسنت کے نام سے پکارتے ہیں' دین کیلئے وہ فضا اور ماحول مہیا کرتا ہے' جس میں دین کا پودہ سرسبز وبارآور ہوتا ہے۔ یہودی' عیسائی اور ایشیاء کے دوسرے مذاہب اس لئے بہت جلد مسخ ہو گئے' کہ ان کے پاس اپنے پیغمبروں کی زندگی کے صحیح اور مستند حالات اور ان کے کلام کا کوئی ایمان آفرین مجموعہ محفوظ نہیں تھا اور ان مذاہب کو وہ روحانی فضا اور ذہنی ماحول میسر نہ ہوا' جس میں ان کے پیرو دینی نشوونما وارتقاء حاصل کرتے اور مادیت کے حملوں سے محفوظ رہتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیروان مذہب نے اس کمی کو پورا کرنے کیلئے احبار رہبان اور قسیسین کے ملفوظات وواقعات کا سہارا لیا۔ مگر اس ''خانہ پُری'' نے رفتہ رفتہ مذاہب کو بدعات ورسومات کا مجموعہ بنا دیا اور نئی تفسیروں نے اصل مذاہب کو مسخ کر دیا۔

اسلام جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا آخری مذہب قرار

دیا ہے' بحمد للہ اس حادثہ سے محفوظ رہا۔ یعنی جس روحانی اور ذہنی ماحول میں اور جن قلبی کیفیات کے ساتھ صحابہ کرام نے زندگی گزاری' حدیث کے ذریعہ اس پورے ماحول کو قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا۔ بعد کو آنے والی نسلوں اور صدیوں بعد آنے والے' انسان کیلئے یہ بالکل ممکن ماحول سے کٹ کر ایک دم اس ماحول میں پہنچ جائے' جہاں رسول اکرم ﷺ بہ نفس نفیس موجود اور ارشادات ونصائح سے صحابہ کرام ہمہ تن گوش بنے ہوئے ارشادات گرامی سن رہے ہیں اور اس کے ساتھ صحابہ کرام کے جذبہ اطاعت وانقیاد کے ایمان افروز نظارے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔

پس حدیث ایک ایسی دوربین ہے' جس سے رسول اکرم ﷺ کی خانگی زندگی' آپ کے رات کے معمولات' دن کی مصروفیتیں' انہی آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہیں' ہاں ہاں آپ کے قیام وسجود کی کیفیت' ان آنکھوں سے اور آپ کی دعا ومناجات کا زمزمہ کانوں سے سنا جا سکتا ہے۔

مجھے بتایئے' جو آنکھیں آپ ﷺ کو دعاؤں میں گڑگڑاتے ہوئے اشک بار ہوتے ہوئے دیکھیں اور قدم مبارک متورم دیکھیں اور جو کان اپنے سوال کے جواب میں یہ آوازیں سنیں کہ:

﴿افلا اکون عبدا شکورا﴾

''کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

وہ غفلت کا شکار ہو سکتی ہیں اور جن لوگوں نے کاشانہ نبوت میں دو دو مہینے چولہا گرم ہوتے نہیں دیکھا' جنہوں نے آپ ﷺ کو پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے دیکھا' جنہوں نے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر خالی چٹائی پر لیٹے رہنے سے چٹائی کے نشانات پڑے دیکھے' جنہوں نے سونے سے پہلے آپ ﷺ کو بے قراری کے ساتھ صدقہ کا بچا ہوا سونا راہ خدا میں خرچ کرتے دیکھا' جنہوں نے مرض وفات میں چراغ کا تیل پڑوسی کے گھر سے قرض آتے ہوئے دیکھا' ان سے اس دنیا فانی کی حقیقت کیسے چھپ سکتی ہے اور زہد وتقوی کا جذبہ کیسے ان کے اندر ابھر نہیں سکتا۔

جن نفوس قدسیہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر والوں کی خدمت' اپنے بچوں کے ساتھ شفقت' اپنے خادموں کے ساتھ رحمدلی' اپنے رفقاء کے ساتھ ہمدردی' اپنے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک' اپنے مہمانوں کے ساتھ فیاضانہ میزبانی اور اپنے دشمنوں کے ساتھ صبر وتحمل اور فتوحات کے بعد عفو ودرگزر فرماتے دیکھا ہو' ان کے اندر مکارم اخلاق اور انسانیت کاملہ کا ظہور کیونکر نہ ہو۔

کاشانہ نبوت کے فیض یافتگان

یہ جو میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ دینی ماحول' روحانی فضا اور ایمانی کیفیات کی بستی جس میں صحابہ کرام نے پرورش پائی' اس کے حالات حدیث کے ذریعے سے معلوم ہو سکتے ہیں' اس بستی میں صرف کاشانہ نبوت کا ہی دروازہ نہیں کھلا ہے' جسے دیکھنے والوں کو یہ سب نظر نہیں آتا' بلکہ صحابہ کرام کے گھروں کے دروازے بھی کھلے ہوئے ہیں' ان کے گھروں کی زندگی' طرز معاشرت' ان کی راتوں کا سوز وگداز' ان کے دلوں کی گرمی جہاد' ان کی بازاروں میں مصروفیت سجدوں میں ان کی سجدہ ریزیاں' ان کی بے نفسی' للعیت' ان کا کمال انقیاد اور اطاعت ان کی بشری لغزشیں اور توبہ وانابت الی اللہ کے مناظر سب نظر آتے ہیں۔

غزوہ تبوک سے بچھڑ جانے والے کعب بن مالک ؓ کی گریہ وزاری اگر نظر آتی ہے تو عمیر ؓ کا یہ قول بھی سنائی دیتا ہے کہ جھولی کی کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے۔ کون اس کا انتظار کرے۔ وہ ناز ونعم میں پلے ہوئے مصعب بن عمیر ؓ کی درویشانہ زندگی اور غزوہ احد میں پرچم اسلام کی حفاظت میں یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھوں کا کٹوانا اور بالآخر شہید ہو جانا بھی نظر آتا ہے۔ وہ ایک پاؤں سے معذور (لنگڑا) عمرو بن جموح ؓ بڑے اصرار سے حضور سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگنا' اجازت مل جانے پر میدان میں اکڑتے ہوئے جاتے دکھائی دے رہا ہے اور یہ دعا مانگ رہا ہے:

﴿اللھم لا تردنی الی اھلی﴾

''یا اللہ! مجھے اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹائیو۔''

بالآخر اس لنگڑی ٹانگ سے جہاد کرتے کرتے شہید ہو جانا بھی نظر آتا ہے۔ وہ حنظلہ ؓ جس کی شادی ابھی ابھی ہوئی ہے' ہم بستری سے فارغ ہونے کے بعد ابھی غسل بھی نہیں کیا اور غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر کا بیتابانہ میدان جہاد کی طرف چلے جانا اور شہید ہو جانا بھی نظر آ رہا ہے' وہ بیر معونہ کے قصہ میں عامر بن طفیل (رئیس بن عامر) کے پاس حضور کا نامہ پیش کرنے والے عاشق رسول ﷺ حضرت حرام ؓ کے بعد عامر بن طفیل نے نیزہ مارا اور وہ پار ہو گیا تو ان کا کہنا:

﴿فزت ورب الکعبه﴾

''رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔''

بھی سنائی دیتا ہے۔ یہاں سعد بن ابی وقاص ؓ کے وہ الفاظ جو جنگ قادسیہ میں رستم (رئیس افواج ایران) سے کہے سنے جاتے ہیں:

﴿فان معی قوما یحبون الموت کما یحب الاعاجم الخمر﴾

''میرے ساتھ ایک ایسی جماعت ہے' جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے' جیسا کہ تم شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو۔''

کامل اطاعت اور بے مثال حکم کے کیسے کیسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ وہ انصاری جس نے گنبد دار مکان بنایا اور آپ نے اس پر اپنی خاموش نارضامندی کا اظہار فرمایا۔ کس طرح بے تابانہ جاتا ہے اور جا کر مکان کو مسمار کر کے زمین کو اس طرح برابر کر دیا ہے کہ نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔

ابو بردہ ؓ کے والد کا یہ قصہ بھی سامنے آ جاتا ہے کہ ''ہم مجلس میں بیٹھے شراب پی رہے تھے کہ میں اٹھا تا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کروں' ادھر شراب کی حرمت نازل ہو چکی تھی' میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور میں نے آیت کریمہ:

﴿فھل انتم منتھون﴾ تک پڑھ کر سنا دی بس پھر کیا تھا' جن کے ساغر میں کچھ شراب باقی تھی وہ فوراً گرا دی گئی اور جو شراب ہونٹوں میں پہنچ چکی تھی' وہ فوراً تھوک دی

گئی۔''

اللہ! اللہ! اطاعت کی کیسی حیرت انگیز تصویر نظر آتی ہے، جب عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کا بیٹا عبداللہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ اہل یثرب کو علم ہے کہ مجھ سے بڑھ کر اپنے باپ کا کوئی فرمانبردار نہیں، لیکن اگر حضور ارشاد فرمائیں تو اس کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں، لیکن اس نے عہد کر لیا کہ میرے باپ نے جو یہ کہا ہے کہ ''اگر مدینہ واپسی ہوئی تو جو معزز ہوگا، وہ ذلیل کو نکال دے گا۔'' اس کا انتقام ضرور لوں گا۔ جب لوگ مدینہ واپس پہنچے تو عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہ مدینہ کے دروازہ پر تلوار لئے اپنے باپ کے انتظار میں کھڑا نظر آتا ہے اور جب باپ آتا ہے تو کہتے ہیں ''خدا کی قسم! تم مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتے۔''

لوگ ہر چند سمجھاتے ہیں، لیکن ماں، باپ، خاندان، عزیز واقارب سب پر رسول اللہ کی محبت کو ترجیح دینے والا عبداللہ کہتا ہے ''خدا کی قسم! یہ اللہ اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر مدینہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔''

اطاعت، فرمانبرداری کا کیا منظر دیکھنے میں آتا ہے، جب سعد بن معاذ انصاری غزوہ بدر سے پہلے اپنی اور اپنی قوم کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا یقین دلاتے ہوئے عرض کر رہے ہیں ''یارسول اللہ! ہمارے مال ودولت میں سے جو چاہیں دے دیں۔ جو کچھ آپ ہم سے لے لیں گے وہ اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ چھوڑ دیں گے اور جس بارے میں جو حکم فرمائیں گے ہم اس کے تابع ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر آپ سمندر میں گھوڑا ڈال دیں گے تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے۔''

محبت وجانثاری کے ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ عشاق واہل محبت کی تاریخ میں کبھی سننے میں نہیں آئے، یہ دیکھئے حضرت خبیب ؓ کو پھانسی کے تختہ پر چڑھایا گیا ہے۔ کافر کہتے ہیں ''کہ اب تو تم پسند کرو گے کہ محمد ﷺ تمہاری جگہ ہوں، وہ کہتے ہیں، خدا کی قسم! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ کے پاؤں میں کانٹا چبھے اور میں چھوٹ جاؤں۔''

یہ سعد بن ربیع ؓ غزوہ احد میں جسم پر ستر زخم تلوار و تیر کے ہیں، ان کی تلاش میں زید بن ثابت ؓ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جاتے ہیں، جب انہیں شہید اور زخمیوں کے اندر دیکھ پاتے ہیں تو حضور ﷺ کا سلام پہنچاتے ہیں اور حال پوچھتے ہیں۔ سعد بن ربیع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام عرض کرو اور میرا یہ حال بتادو کہ میں اس وقت جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہہ دو کہ ''اگر رسول اللہ ﷺ کو کچھ ہوگیا تو اس حال میں تم میں ایک آنکھ بھی حرکت کر سکتی ہو تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر نہ ہوگا۔''

اسی احد کے قصے میں انس بن نضر ؓ نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کو مغموم دیکھ کر اور یہ کہتے سن کر کہ حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا، پورے جوش سے کہہ رہے ہیں:

﴿موتوا علی مامات علیه رسول الله﴾

''آؤ! جس دین پر آپ نے جان دی ہم بھی اس پر اپنی جان نچھاور کر دیں۔''

اس نعرہ فدائیت وجاں نثاری کے بعد دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور اسی (۸۰) زخم جسم پر کھانے کے بعد جام شہادت نوش کرتے ہیں۔

یہ دیکھئے عمار بن زیاد ؓ غزوہ احد میں شہید ہو رہے ہیں۔ سسکیاں لے رہے ہیں اور اس حالت میں گھسٹتے گھسٹتے اپنا سر نبی اکرم ﷺ کے مبارک قدموں میں رکھ رہے ہیں اور اپنے رخسار نبی ﷺ کے تلووں سے لگا رہے ہیں۔

اور ابو دجانہ ؓ کو دیکھئے کہ اس نے اپنی پیٹھ کو رسول اللہ ﷺ کیلئے ڈھال بنا رکھا ہے۔ تیر پہ تیر لگ رہے ہیں اور وہ حرکت تک نہیں کر رہے، اسی کے ساتھ حضرت طلحہ ؓ کو دیکھئے کہ اپنے ایک ہاتھ کو حضور ﷺ کے لئے ڈھال بنا رکھا ہے اور آپ کی طرف آنے والے تیروں کو ہاتھ پر روک رہے ہیں، یہ ہاتھ ہمیشہ کیلئے شل ہوگیا۔

اور انصاری عورت کو دیکھئے کہ اس کا باپ، بھائی اور شوہر احد کے دن سب شہید ہوگئے۔ وہ اپنے گھر سے نکلی ہے اور غزوہ سے واپس آنے والوں سے پوچھ رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے......؟ لوگ کہتے ہیں بحمد اللہ عافیت سے ہیں، وہ کہتی ہے مجھے دکھاؤ، میں آپ کو دیکھنا چاہتی ہوں، جب آپ کو دیکھ پاتی ہے تو کہتی ہے:

﴿کل مصیبة بعدک جلل﴾

''آپ سلامت ہیں تو سب مصیبت ہیچ ہے۔''

پس! یہ جو میں تم سے کہتا ہوں کہ زندگی سے زندگی ملتی ہے اور دیے سے دیا جلتا ہے، دیکھتے نہیں کہ وہ فضالہ بن عمیر جو رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کیلئے گھر سے نکلا ہے اور آپ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ جب قریب پہنچا تو آپ نے فرمایا کون۔ اس کون کے لفظ میں کتنی مقناطیسی طاقتیں تھیں کہ وہ فضالہ جو آپ کی جان مبارک لینے کیلئے آیا ہے، کہتا ہے میں فضالہ ہوں۔ فرمایا کیا سوچ کر آئے ہو۔ عرض کرتا ہے کچھ نہیں۔ آپ ہنس دیتے ہیں اور فرماتے ہیں فضالہ! اللہ کے آگے توبہ کر۔ پھر اپنا دست مبارک اس کے سینے پر رکھتے ہیں۔ فضالہ کے قلب پر سکون ہو جاتا ہے اور مدینہ کی گلیوں میں کہتا پھرتا ہے، خدا کی قسم آج سے محمد ﷺ سے زیادہ محبوب دنیا میں کوئی چیز میرے لئے نہیں ہے۔ وہ عورت جو اس سے دل لگی کی باتیں کیا کرتی تھی، وہ ملتی ہے اور کہتی ہے آؤ دوست! کچھ باتیں کریں۔ وہی فضالہ کہتا ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے بعد اب اس قسم کی باتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں اسلام قبول کر چکا ہوں۔

وہ کیسا اخلاقی مدرسہ اور روحانی تربیت گاہ تھی، جو اپنے طالب علم کے اندر محاسبہ نفس کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ ٹھیک اس وقت جب کوئی آنکھ دیکھنے والی نہیں ہوتی اور بشری کمزوری کی وجہ سے نفس امارہ کسی گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے، تو اس کا نفس امارہ کس طرح نفس لوامہ بن جاتا ہے، دل کی پھانس چین نہیں لینے دیتی، ضمیر ملامت کرتا ہے، گناہ کا خیال کر کے بے چین ہو جاتا ہے اور قانون کے سامنے اقرار جرم کر کے سخت سے سخت سزا کو برضا ورغبت قبول کرتا ہے۔ وہ ماعز بن مالک اسلمی جو زنا کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے، کس طرح بار بار چار دفعہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے یارسول اللہ! مجھے پاک کیجئے اور خوشی خوشی سنگساری کی سزا برداشت کرتا ہے۔ آپ اس کی حالت کو دیکھ کر فرماتے

ہیں:

﴿لقد تاب توبة لو قسمت بين امة لوسعتهم﴾ (مسلم)

''اس نے تو ایسی توبہ کی ہے اگر ایک پوری امت پر تقسیم کر دی جائے تو سب کو کافی ہو۔''

اس کے بعد غامدیہ آئی ہے اور وہ بھی اقرار جرم کرتی ہے اور کہتی ہے یا رسول اللہ مجھ سے زنا کی غلطی سرزد ہوگئی ہے' مجھے پاک کیجئے۔ وہ حاملہ ہے' اسے حضور واپس کر دیتے ہیں۔ وضع حمل کے بعد پھر آتی ہے' پھر واپس کر دیتے ہیں۔ جب بچہ کا دودھ چھڑایا' پھر واپس آتی ہے اور عرض کرتی ہے اب تو مجھے پاک کر دیجئے۔ اسے سنگساری کا حکم دیا جاتا ہے' خود نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں کہ اس زانیہ پر آپ نماز جنازہ پڑھتے ہیں' آپ فرماتے ہیں:

﴿لقد تابت توبة لو قسمت بين سبعين من اهل المدينة لوسعتهم هل وجدت توبة افضل من ان جاءت بنفسها لله تعالى﴾

''اس نے ایسی مخلصانہ توبہ کی اگر مدینہ کے ستر لوگوں میں تقسیم کی جائے تو انہیں کفایت کر جائے اور اس سے افضل توبہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کے آگے اپنے آپ کو خود پیش کر دیا۔'' (صحیح مسلم)

اللہ! اللہ! دیانت و امانت اور اخلاص کے کیسے کیسے نادر روزگار واقعات ہیں کہ انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ مدائن فتح ہو جاتا ہے۔ تاجداران ال ساسان کے بیش بہا خزائن صحابہ کے ہاتھ آتے ہیں' ترغیبات نفس اور خواہشات پر کتنا قابو ہے اور اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے پر کتنا ایمان ہے۔ قبیلہ عبدقیس کا ایک گمنام شخص مال غنیمت لے کر آتا ہے اور خازن کے سپرد کرتا ہے۔ سب لوگ اس مال غنیمت کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ایسا قیمتی سامان ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ تم نے اس مال سے کچھ لیا ہے......؟ وہ گمنام کہتا ہے' خدا کی قسم! اگر اللہ کا معاملہ نہ ہوتا تو تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوتی۔ لوگ پوچھتے ہیں آپ کا نام کیا ہے......؟ اللہ رے اخلاص' سرتاپا اخلاص کا مجسمہ کہتا ہے' میں نام نہیں بتاؤں گا۔ اس لئے کہ تم میری تعریف کرو گے اور تعریف صرف اللہ کیلئے ہے' اسی کے ثواب پر میں راضی ہوں' جب وہ واپس جاتا ہے' تو لوگ اس کا تعاقب کر کے لوگوں سے اس کا نام پوچھتے ہیں' تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام عامرؓ اور قبیلہ عبدقیس سے اس گرامی قدر انسان کا تعلق ہے۔

﴿فطوبى له ثم طوبى له ثم طوبى له﴾

غرض ایک ایسا روحانی اور پاکیزہ ماحول صحابہ کرام کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ جس میں زندگی اپنے پورے تنوعات وحقائے اور انسانی فطرت اپنے تمام خصائص کے ساتھ موجود ہے اور حدیث نے اس کا پورا فوٹو لے کر قیامت تک کیلئے اس معاشرے کے پورے حالات کو محفوظ کر دیا۔

قرآن مجید کے ساتھ آپ کے ارشادات ونصائح اور سارے ماحول کا محفوظ رہنا اسلام کا ایک اعجاز اور ایسا امتیاز ہے' جس میں کوئی دوسرا اس کا حصہ دار نہیں ہے۔ عہد نبوی کی یہ تصویر اور ماحول صرف حدیث کے ذریعہ محفوظ ہے۔ تدوین حدیث کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی بعد میں آنے والوں کی جدت طرازی نہیں' بلکہ صحابہ کرام نے عہد نبویﷺ ہی میں حفظ احادیث کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور بعض نے کتابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ پھر ان کے آخری دور میں تابعین کا جمع تدوین حدیث کیلئے سراپا شوق بن جانا پھر مختلف بلاد اسلامیہ کے شائقین علوم نبویہ کے سمندر کا اُمڈ آنا' ان کے جمع وحفظ حدیث سے عشق وشغف حیرت انگیز قوت حافظہ' ان کے بے مثال عزم وعلوہمت' پھر اسماء الرجال اور فن حدیث کے مجتہدین پیدا ہونا' پھر ان کا کمال انہماک وخود فراموشی' پھر امت کا شوق حدیث اور عالم اسلام میں اس کی مقبولیت اور اشاعت' یہ سب واقعات اس بات کے ثبوت ہیں کہ جمع قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ کو نبیﷺ کی صحیفہ زندگی کو بھی محفوظ کرنا مقصود تھا' اسی برکت سے حیات طیبہ کا امتداد اور تسلسل باقی رہا۔ یعنی امت کو ہر دور میں وہ روحانی' علمی اور ایمانی میراث ملتی رہی' جو صحابہ کرام کو براہ راست حاصل ہوتی تھی۔ اس طرح صرف عقائد واحکام وشرائع ہی میں ''توراث'' کا سلسلہ جاری نہیں رہا' بلکہ تزکیہ نفس' ذوق ایمانی اور مزاج نبوی میں بھی توراث کا سلسلہ جاری رہا۔ امت کی تاریخ میں کوئی مختصر سے مختصر زمانہ ایسا نہیں آیا' جب وہ عہد صحابہ کا ذوق اور مزاج مفقود اور یکسر ناپید ہو گیا ہو' ہر دور میں ایسے افراد رہے جو صحابہ کرام کی ان روحانی اور ایمانی میراث کے وارث تھے۔ وہی عبادت کا شوق' وہی زہد وتقویٰ' وہی خشیت وانابت الی اللہ وہی دینی استقامت وعزیمت وہی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق' وہی جذبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' وہی بدعات سے نفرت اور جذبہ اتباع سنت۔

امت محمدیہ کا یہ ذوق روحانی اور عملی توراث قرن اول سے اس چودھویں صدی کے عہد انحطاط تک برابر قائم ہے اور اویس قرنی' سعید بن مسیبؒ' سفیان ثوری' عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل سے لے کر حضرت سید احمد شہید اور حضرت عبداللہ غزنوی تک کی زندگی میں ان کا پرتو صاف صاف نظر آتا ہے اور جب تک حدیث کا یہ ذخیرہ باقی اور اس سے استفادہ کا سلسلہ جاری اور اس کے ذریعہ عہد صحابہ کا اسلامی معاشرہ محفوظ ہے' دین کا یہ صحیح مزاج جس میں آخرت کا خیال دنیا پر سنت کا اثر رسم ورواج پر' روحانیت کا اثر مادیت پر غالب ہے' باقی رہے گا اور کبھی امت محمدیہ کو سرتاپا مادیت' انکار آخرت' بدعات وتحریفات کا پورے طور پر شکار نہیں ہونے دے گا' بلکہ اس کے اثر سے ہمیشہ اس امت میں اصلاحی اور تجدیدی تحریکیں اٹھتی رہیں گی اور کوئی نہ کوئی جماعت حق کی علمبردار اور سنت کے فروغ کیلئے کفن بردوش رہے گی اور یہی معنی ہیں حدیث نبوی کا:

﴿لا يزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم حتى ياتي امر الله﴾

''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا' تا قیام قیامت کسی مخالف کی مخالفت اس گروہ کو جادہ حق سے منحرف نہیں کر سکے گی۔''

یہ گروہ وہی ہو سکتا ہے' جو آپ کی تشریحات قرآنی' جو آپ کے صحیفہ زندگی اور جو آپ کے اسوہ حسنہ اور وارثان علوم نبویﷺ صحابہ کرام کے حالات وکیفیاتؓ ایمانی اور سمع واطاعت کے ایمان افروز تذکروں کے جمع وحفظ کرنے والے تھے۔ یعنی محدثین کرام۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆